ادارہ

روس میں

مسلمانوں پہ کیا گزری؟

تہذیبی غلامی

سٹالن کی قیادت میں سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی نے ایک واضح عظیم روسی" مشرقیت کو فروغ دیا۔ روسی عوام کو بین الاقوامی اشتراکی نظام کا ہراول دستہ قرار دیا گیا جن کا بنیادی فریضہ کمیونسٹ ارتقاء کے لیے راہ ہموار کرنا تھا۔ اس روسی جد وجہد کے نتائج اس دور رس مہم کی صورت میں ظاہر ہوئے جو سوویت یونین کی دوسری قومیتوں کو "روسیانے" (روسیوں کے رنگ میں رنگنے) کے لیے چلائی گئی۔

روسی انقلاب سے قبل لینن نے محسوس کیا کہ روسی زبان رضاکارانہ طور پر مشترکہ وسیلہ اظہار بن جائے گی کیونکہ:

"اقتصادی لین دین کی ضروریات کسی ایک ملک میں رہنے والی قومیتوں کو ہمیشہ اس امر پر مجبور کرتی ہیں کہ وہ اکثریت کی زبان سیکھیں[1]"

روسی حکومت اب بھی "دوسری مقامی زبان" کی حیثیت سے روسی زبان کے استعمال پر زور دیتی ہے۔ اس سلسلہ میں ازبک سنٹرل کمیٹی کے فرسٹ سکرٹری شیخ آر رشید وف کی ۲۰ نومبر

---

[1] V.I. Linin as quoted in Conquest Robert, the last Empire Ampersand Books London, 1962, P. 94

سنہ ۱۹۶۴ء کی تقریر کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جو تاشقند میں کی گئی، ازبک، ترکمان اور تاجک جمہوریتوں کی چالیسویں سالگرہ کے خصوصی یادگاری اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"خوش قسمتی سے ہمیں ایک دوسری تقامی زبان مل گئی ہے۔ ایک بین الاقوامی زبان، عظیم لینن کی زبان عظیم روسی عوام کی زبان جو ہمارے پیارے بزرگ بھائی اور دوست اور ایک عظیم قوم ہیں، وہ بہادر قوم، جسے اعلیٰ ترین ذہانت ملی ہے، غیر متزلزل عزم اور وسعتِ قلبی نصیب ہوئی ہے[۱]۔"

مسلمانوں کی ایک واحد مملکت کی تشکیل کا مقصد ختم ہو چکا ہے نہ صرف ان کی سیاسی تقسیم کے ذریعہ سے ــــ بلکہ اسے متحد کرنے والے تہذیبی عناصر کے خلاف مہم کے ذریعہ سے بھی ــ یہ سب کچھ اس نعرہ کے تحت پایۂ تکمیل کو پہنچایا گیا کہ غیر روسی تہذیبیں "شکل و صورت کے اعتبار سے قومی اور مفہوم کے لحاظ سے اشتراکی ہوں گی۔ روس کی اس پالیسی کا اظہار میخائل کیلینن کے الفاظ سے ہوتا ہے جو بعد میں روس کی سپریم سوویت کے پریذیڈیم کے چیئرمین بنے، انہوں نے کہا تھا:

"کرغیز کے عوام چھوٹے سے ازبک کے کپاس کے کاشتکاروں اور ترکمانیہ کے مالیوں کو لینن گراڈ کے مزدور کے نظریات قبول کرنا سکھانا چاہیئے[۲]۔"

زبان

روس کی لسانی اصلاحات میں مختلف مسلم قومیتوں کی متعلقہ زبانوں کے درمیان متضاد، پیچیدہ اور گرامر کے اختلافات ابھارے گئے ہیں۔ اس طرح یہ ضروری سمجھا گیا کہ اسلام کے ثقافتی اتحاد پیدا کرنے والے اثرات پر ضرب لگائی جائے یہ وہ اثرات تھے جو نظریاتی طور پر کیمونزم سے متصادم ہوتے تھے اور سوویت یونین کی سرحدوں سے باہر اپنے ہم مذہب بھائیوں سے روسی مسلمانوں کے رشتوں اور روابط کو بحال رکھے ہوئے تھے۔ عربی رسم الخط کی جگہ لاطینی کا اجراء قومی تہذیبوں کو کمزور کرنے کی طرف پہلا اقدام تھا۔ اس کی ابتداء سنہ ۱۹۲۴ء آذر بائیجان سے ہوئی اور اختتام سنہ ۱۹۳۱ء میں تاتاریوں پر ہوا، تاتاری آخری مسلمان قوم تھی جس نے اس تبدیلی کے سامنے سر جھکایا۔ مسلمانوں

---

۱ Pravda Vostoka, Tashkent, November 27, 1964

۲ Kalinin, M. za eti gody. Vol. III, Moscow, 1929 P. 385-386

کی قومی اور مذہبی اقدار پر لاطینیت کے اثرات فوراً ظاہر ہوئے۔ مصنفوں، صحافیوں اور دوسرے دانشوروں کو، جو سالہا سال سے عربی رسم الخط کے عادی تھے، مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی تحریریں خفیہ طور پر عربی رسم الخط میں لکھیں اور پھر لاطینی حروف ابجد میں ان کا ترجمہ کرائیں۔

عربی رسم الخط کے خاتمہ کے ساتھ اس امر پر بھی زور دیا گیا کہ روسی مسلمانوں کی ترکی زبانوں میں عربی اور فارسی کے جو بہت سے مستعار الفاظ استعمال ہوتے ہیں انہیں بھی متروک قرار دیا جائے۔ تاتاری زبان میں عربی کے مستعار الفاظ بنیادی طور پر تعلیم، حکومتی ڈھانچہ، نظم ونسق اور اسلام سے متعلق تھے اور فارسی الفاظ تجارت و حرفت کے بارے میں تھے۔ تاتاری زبان میں روسی زبان کے مستعار الفاظ معدودے چند تھے۔ ۱۹۲۹ء کی "نئی روسی تاتار لغت" میں ایک ہزار الفاظ میں صرف ۱۰ روسی زبان کے الفاظ تھے لیکن عربی اور فارسی الفاظ کے خاتمہ سے جو خلا پیدا ہوا اسے تیزی کے ساتھ روسی سائنسی اصطلاحات سے پُر کر دیا گیا (یہ اصطلاحات اپنی اصل کے اعتبار سے مغربی ہیں) ۱۹۲۵ء تک تاتار پر روسی زبان اس حد تک چھا گئی کہ اس میں ۷۰ فی صد ریاضی اصطلاحات ۷۰، ۵ فی صد طبعیاتی اصطلاحات اور ۷۷ فی صد بائیولوجی اصطلاحات روسی تھیں[1]

۱۹۳۰ء سے جتنی بھی مطبوعات شائع ہوئیں ہیں ان کا مقصد روسی اصطلاحات کو فروغ دینا رہا ہے حتیٰ کہ اس صورت میں بھی روسی اصطلاح کو ترجیح دی جاتی ہے، جب کہ اس موضوع پر مقامی زبان میں موزوں ترین لفظ موجود ہو۔ ۱۹۲۳ء اور ۱۹۴۰ء کی درمیان مدت میں ازبک اخبارات میں عربی و فارسی کے مستعار الفاظ کا روسی زبان کے مستعار الفاظ سے موازنہ صورتِ حال کو پوری طرح واضح کر دیتا ہے۔ ۱۹۲۳ء میں ۴۰، ۳ فی صد الفاظ عربی و فارسی سے اور صرف ۲ فی صد الفاظ روسی زبان کے استعمال ہوئے تھے۔ ۱۹۴۰ء تک عربی و فارسی کے مستعار الفاظ صرف ۲۵ فی صد رہ گئے جب کہ روسی زبان کے الفاظ ۱۵ فی صد ہو گئے[2]

---

1. Davlestshin T., "The Development of Tatar Culture and Language under the Soviets" East Turkic Review, Vol. 2, No. 4, Munich December, 1960
2. Kary-Niyazov, T. N., Ocherki istorii kultury sovetskogo Uzbekistana, 1955, P. 264

اس کے بعد گذشتہ چوتھائی صدی کے دوران روسی اصطلاحات والفاظ کا غلبہ بڑھتا چلا گیا ہے۔ ۱۹۵۰ء میں ازبک میں استعمال ہونے والے ۱۸ فی صد الفاظ اپنی اصل کے لحاظ سے روسی تھے۔ جون ۱۹۵۲ء میں کرغیز میں ایک فرمان جاری کیا گیا جس کے تحت مستقبل میں کرغیزی زبان میں شامل کیے جانے والے روسی الفاظ کے ہجے بھی روسی زبان کے مطابق ہوں گے۔ کرغیزی ہجوں کے مطابق نہیں۔ یہ لسانی رجحان کا ایک جزو ہے جسے قومیتوں کے روسی ماہرین یوں بیان کرتے ہیں:

"مستقبل میں قوموں کے ادغام ——— قومی زبانوں کی جگہ ایک مشترکہ زبان کا رواج ——— یہ سب کمیونسٹ اقوام کی نشو ونما کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوگا ——— روس کی تمام اشتراکی قوموں کے لیے مشترکہ زبان کی حیثیت سے روسی زبان کی اہمیت لگاتار بڑھتی چلی جارہی ہے۔" [۱]

لاطینی رسم الخط 'روسیانے' کے عمل کی طرف صرف پہلا قدم تھا۔ ۱۹۴۰ء میں آخری قدم اٹھایا گیا جب کہ روسی حروف ابجد رائج کیے گئے۔ لاطینی ابجد سے روسی ابجد کی طرف یہ جست اتنی قابلِ ذکر و نمایاں نہیں جتنی عربی سے روسی ابجد کی طرف ہوئی اور جس پر زبردست قومی مزاحمت شروع ہو سکتی تھی۔ روسی حروف ابجد سے اب نہ صرف ترکی زبانوں میں روسی اصطلاحات کی رفتار تیز ہوگئی ہے بلکہ مسلمان بھی مجبور ہوگئے ہیں کہ وہ روسی زبان سیکھیں

تعلیم

تمام غیر روسی جمہوریتوں کے سکولوں میں روسی زبان کی تعلیم لازمی ہے اور اعلیٰ تعلیم کے داخلہ کے لیے پیشگی شرط ہے۔ اس کے نتیجہ میں اس نظامِ تعلیم میں مقامی زبانوں کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ ایک کرغیزی طالب علم کو اپنی تعلیم کے پہلے سال ہفتہ میں صرف ۱۲ گھنٹے اپنی مقامی زبان

---

[۱] Tasmerian, I.P., "Velikaya oktyabrskaya sotsialisticheskaya revolyutsiya i korennoye izmeneniy natsionalnykh otnosheníi v SSSR," (The great october Socialist Revolution and the fundamental change in the relationships of the nationalities in the USSR) Voprosy filosofii, No. 5, 1953, p. 61, 65.

کی تعلیم دی جاتی ہے۔ آٹھویں سال میں یہ مدت گھٹ کر صرف ۴ گھنٹے فی ہفتہ رہ جاتی ہے۔ روسی زبان پہلے سال تین گھنٹے فی ہفتہ پڑھائی جاتی ہے جب کہ اس کے بعد کے سالوں میں اس کی میعاد تو ۵ گھنٹے فی ہفتہ ہو جاتی ہے۔ اس پالیسی کا نتیجہ یہ ہے کہ ۱۹۵۷ء میں ازبکستان میں ۴۰ فی صد ازبک طلبہ اپنی مقامی زبان کے امتحانات میں فیل ہو گئے [1]۔ چونکہ مسلمانوں پر اس امر کے لیے زبردست دباؤ ڈالا جاتا ہے کہ وہ مقامی سکولوں کی بجائے روسی زبان کے سکولوں میں داخل ہوں اس لیے کم سے کم ۲۵ فی صد مسلمان طالب علم ترکستان میں براہ راست روسی زبان کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان روسی سکولوں میں مسلمان طلبہ کو سکول کے پہلے اور دوسرے سال میں مقامی زبان کی کوئی تعلیم نہیں دی جاتی اور بعد کے چھ سالوں میں صرف ۲ گھنٹے فی ہفتہ مقامی زبان پڑھائی جاتی ہے چونکہ اعلیٰ تعلیم اور پیشہ ورانہ مقاصد کے حصول کے لیے یہ لازم ہے کہ سیاسی طور پر بالاتر قوت کی زبان سیکھی جائے۔ اس لیے مسلمان اپنی زبان اور اقدار و روایات کو قربان کرنے پر مجبور رہتے ہیں۔

لٹریچر

روسی مسلمانوں کی ثقافت کے فرانسیسی عالم پروفیسر الیگزنڈر بنگسن کے مطابق قومی تہذیبوں کے سلسلہ میں روسی پالیسی چار بڑے مقاصد کے تحت تشکیل دی جاتی ہے۔

۱۔ وسطی ایشیا کے مسلمان مذہبی لحاظ سے روسی سرحدوں سے باہر کے مسلمانوں سے مختلف ہیں، اور ایک مشترک لسانی رابطہ مخصوص انفرادی ثقافتی کردار کا موجب نہیں۔

۲۔ غیر روسی اقوام نے ہمیشہ اپنے "بڑے بھائیوں" — عظیم روسی عوام — کے لیے دوستی اور تعریف و توصیف کے جذبات محسوس کیے ہیں۔

۳۔ وسطی ایشیا کی قومی تہذیبیں آزادانہ طور پر نشو و نما پاتی رہی ہیں اور پوری طرح خود مختار اور علاقائی ہیں

۴۔ اور روس کے مسلمانوں کی تہذیب سوویت یونین سے باہر کے لسانی برادران سے برتر و اعلیٰ ہے [2]

1) Pravda vostoka, Tashkent, August, 31, 1957.

2) Bennigsen, Alexandre, "Les peuples musulman de l'URSS et les Soviets," L'Afrique et L'Asie, No. 21, 1953, p. 17-23

ماضی، حال اور مستقبل میں غیر روسی اقوام کے ساتھ روسیوں کے رابطہ میں ان نظریات و مقاصد سے روسی رائے کا اظہار ہوتا ہے۔ ابتدا میں روسی مؤرخوں کی رائے میں مسلمان علاقوں پر زار کا غلبہ و فتح ایک قطعی برائی تھی۔ یہ رائے اس نظریہ کے تحت تھی کہ ہر قسم کی سامراجی توسیع پسندی، خواہ وہ روسی ہو، فرانسیسی ہو یا برطانوی ——— لازمی طور پر بری ہے۔ ۱۹۳۱ء میں یہ مکتب فکر ——— جس کی قیادت ایم این پوکرووسکی کرتے تھے، ختم ہو گیا اور اس کی جگہ "کمتر برائی" کا نظریہ آگیا جس کا مطلب یہ تھا کہ روسی سامراجیت برطانیہ کی غلامی کے مقابلہ میں مسلمانوں کے لیے کمتر درجہ کی برائی تھی۔ ۱۹۵۰ء تک مارکس اور لینن دونوں کے خیالات کے برعکس اس نظریہ کو انتہائی الٹ سمت میں بدل ڈالا گیا۔ یہ کہ زار کی سامراجی حکومت مسلمان علاقوں کے لیے "قطعی اچھی" تھی کیونکہ اس سے مسلمان عوام روسی ثقافت کے منفعت بخش اثرات کے تحت آگئے۔ روس کی موجودہ حکومت نے اب اس "قطعی اچھائی" کے نظریہ میں معمولی سی تبدیلی کر دی ہے اور وہ زار شاہی کے بعض اقدامات کو برا بھی قرار دیتی ہے لیکن یہ اصول بھی قائم رکھتی ہے کہ:

"اس قسم کی سامراجی توسیع ترقی پسندانہ اور تاریخی لحاظ سے ناگزیر تھی" [۱]

شیخ آر رشیدوف کی سابقہ مذکورہ تقریر سے ایک اقتباس اس نکتہ کی وضاحت کرتا ہے ان کے الفاظ میں:

"ازبک عوام خوش قسمت ہیں کہ گزشتہ سو سال سے وہ عظیم روس سے وابستہ ہیں — روس، جس نے دنیا کو عظیم لینن جیسا رہنما دیا اور جس کی شاندار و عظیم کمیونسٹ پارٹی نے تاریخی جدوجہد کے ایک نئے باب کا آغاز کیا۔ زاریت کی عام سامراجی پالیسی کے برعکس، انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں وسطی ایشیا کا روس سے الحاق، صاف لفظوں میں ایک ترقی پسندانہ اقدام تھا" [۲]

روسی اور غیر روسی عوام کے درمیان اس وابستگی کو ظاہر کرنے کے لیے چونکہ لٹریچر کی ہمہ وقت

---

1) See: Tillet, Lowell R., "Soviet Second Thoughts on Tsarist Colonialism," Foreign Affairs, vol. 42, No. 2, January, 1964.

2) Pravda Vostoka, Tashkent, November 21, 1964.

ضرورت تھی۔ اس لیے ان نظریاتی قلابازیوں نے غیر روسی لٹریچر پر بھی زبردست اثرات ڈالے۔ "قطعی برائی" کے نظریہ کے تحت کینیسرے قاسموف، جس نے انیسویں صدی کے اوائل میں زار کے روس کی غلامی کے خلاف کازخ تحریک کی رہنمائی کی تھی، کو ایک ہیرو قرار دیا گیا۔ لیکن ۱۹۴۸ء میں کازخ دانشور ای بیکیا آخنوف کو اس رائے کے لیے قابلِ مذمت ٹھیرایا گیا اور قاسموف، جو ہیرو کی حیثیت سے ابھرا تھا، حذف کر دیا گیا۔ اسی طرح شمیل کو بھی ۱۹۴۷ء میں قومی ہیرو کے سنگھاسن سے ہٹا دیا گیا۔ اس نے انیسویں صدی میں روسی حکومت کے خلاف مسلم (MURID) بغاوت کی رہنمائی کی تھی۔

بہت سی تاریخی ادبی تصانیف نظریاتی لحاظ سے وسیع پیمانہ پر نظرثانی کے بعد دوبارہ لکھ کر شائع کی گئیں۔ مثال کے طور پر الپامش کی کہانی بارہ دفعہ بدل کر طبع کرائی جاتی رہی اور اس کے بارہ مطبوعہ نسخے سامنے آئے۔ ترکمان کی کلاسیکی داستان زیلیلی، کو جدید روپ دیتے ہوئے اس کے ایڈیٹر الیس دردیوف نے دیباچہ میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"اس مجموعہ میں ہم ان الفاظ وسطور کو حذف کرنے پر مجبور ہوئے ہیں جو انفرادی نوعیت کے حامل تھے۔ کیونکہ ممکن نہیں تھا کہ انہیں سوویت قارئین کے سامنے پیش کیا جاتا۔"

اسی طرح ترکمان شاعر کیمائن کے مجموعہ کلام مسٹر میریدوف نے لکھا:

"شاعر کے اس منتخب کلام میں بعض حصے اور سطور حذف کر دیے ہیں کیونکہ وہ موجودہ دور سے مطابقت نہیں رکھتے تھے اور نوجوانوں پر ان کے اثرات نقصان دہ ہو سکتے تھے۔"

دوسری تصانیف، جو اس اشتمالی "نظرثانی" کا نشانہ بنیں، ان میں کازخ کی ایمان، شولیان، کزجبک اور کوزی کورپیش بیان سلو، آذربائیجان کی کور اوگلی، تاجک کی گورگلی اور ازبک کی رستم خان اور کنتو گمائش شامل ہیں۔

مقامی رزمیہ داستانوں پر بھی آزمائش کی سخت گھڑی آئی۔ ہزاروں سال پرانی کتابی دیدے کرکد جسے کرکد عطا بھی کہا جاتا ہے، کو ۱۹۵۰ء میں پارٹی کی توثیق حاصل ہوئی، ۱۹۵۱ء میں اس کی

مذمت کی گئی اور ۱۹۵۷ء میں پھر اس کا اجراء ہوگیا۔ یہ ۲۱ قصول پر مشتمل ہے جو وسطی ایشیا سے نقل سکونت کرنے اور آذربائیجان کے ساتھ مدغم ہونے والے اوغوز عوام کے بارے میں ہیں عظیم روسی انسائیکلوپیڈیا کے دوسرے ایڈیشن میں اس کی مذمت کی گئی اور اسے محنت کش طبقہ کے مفادات کے منافی قرار دیا گیا۔ اس مضمون میں ترکمانیوں اور آذربائیجان کے لوگوں کے تعلقات پر دعوے کرتے ہوئے کشیدہ کرنے کی کوشش کی گئی کہ وہ اوغوز کبھی آذربائیجان کے ساتھ مدغم نہیں ہوئے اور وہ فاتحین سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔

اس رائے کا اظہار اس مقصد کے تحت کیا گیا کہ اس داستان کو "طبقاتی جد وجہد" کے تصور کے مطابق پیش کیا جاتے۔ بعض مقبول ترین قومی تصانیف کو کمیونسٹ ممالک میں خلاف قانون قرار دے دیا گیا ہے۔ تاتاری کی اویگ، اس کی ایک مثال ہے۔ اسی طرح محمد ظہیر الدین بابر اور سلطان حسین کی لغاتی شاعری پر پابندی ہے۔ کیونکہ مصنف شاہی خاندان سے ہیں۔ کمیونسٹوں کا نظریہ ہے کہ ماضی کے تمام بورژوازی، اور شاہی خاندانوں کی شخصیتیں ادب اور زندگی سے ختم کر دی جائیں

آج کے مسلمان مصنفین کو بھی قومی شعور کے مظہر جذبات واحساسات بیان کرنے کی جرأت پر شدید نکتہ چینی کا ہدف بنایا جاتا ہے۔ ترکمان شاعر کے قربان سخاتوف کو ان کے شاہکار "اے فن ترکمان" پر سخت سوءِ الزام ٹھہرایا گیا۔ کرغیز کے شاعر رامسن آئیسکولوف پر ۱۹۶۳ء میں فنکار دانشوروں کی کرغیز کانفرنس میں ہدفِ ملامت بنایا گیا کیونکہ اس نے کمیونسٹ پارٹی کے ادبی کنٹرول کے ذریعہ کرغیزی ادب پر روسی اثرات کی مذمت کی تھی اور شاعر امان ضحالوف اور اولز ہات سلیمانوف کی بھی مذمت کی گئی کیونکہ انہوں نے علی الترتیب "کارخستان" اور "میرا خطاب ایشیا سے ہے" نام کی نظمیں لکھی تھیں۔

ترکستان کے معروف مصنف "ترسون زادے" نے واضح کیا ہے کہ غیر روسی ادب کے لیے فنی رہنمائی کہاں سے حاصل ہونی چاہیے [1]

" سوویت حکومت کے ابتدائی دور میں، پرانی اور نئی دونوں نسلوں کے شاعر نمونوں کی تلاش میں فطری طور پر کلاسیکل لٹریچر کی طرف مائل ہوتے لیکن

1) Druzhba narodov, No. 6, 1957, p. 267.

حقیقت پسندانہ رجحانات کے لحاظ سے یہ لٹریچر کچھ زیادہ وقیع نہ تھا اور وہ ہمارے شاعروں کو اپنی پرواز کا تہ بال و پر فراہم نہ کرسکتا تھا اور نہ ہی صحیح سمت کے تعین میں ان کی معاونت کرتا تھا۔ وہ صاف ستھری اور حقیقت پسندانہ زندگی کی سچی شاہراہ پر ان کا رہبر نہیں تھا۔ ایسے فنی شاہکاروں کی تخلیق کے لیے، جو ہماری موجودہ زندگی کی بھرپور جھلک دکھاتے ہوں اور اس زندگی کے تقاضوں پر پورا اترتے ہوں۔ مشرق کی قومی جمہوریتوں کے شاعروں کو نہ صرف خود اپنی کلاسیک سے سیکھنا ہوگا بلکہ انہیں نئے اساتذہ بھی ڈھونڈنا ہوں گے اور روسی کلاسیکوں کو، ان کی جائز حقیقت پسندی کے ساتھ قبول کرنا ہوگا۔" لہ

غیر روسی لٹریچر کے سلسلہ میں روس کی بنیادی پالیسی یہ ہے کہ ادبی تصانیف کو روایتی کیمونسٹ نظریہ کی روشنی میں پیش کیا جائے اور غیر روسی ادب کو اس حد تک "روسیایا" جائے کہ وہ قومی خصوصیت کی جھلک کھو بیٹھے۔

تمام سوویت لٹریچر جس میں روسی لٹریچر بھی شامل ہے، لازمی طور پر کیمونسٹ نظریہ اور "اشتراکی حقیقت پسندی" کی اقدار سے وابستہ ہونا چاہیے لیکن غیر روسی لٹریچر کو لازمی طور پر روسی کردار و اقدار کا مظہر ہونا چاہیے۔ نظریاتی پروپیگنڈا کی عملی مہم میں روسی رویہ کو منصوبہ بندی میں ترجیح و اولیت حاصل ہے۔

اسلام سے تصادم

چونکہ اسلام روایتی مسلم مملکت میں روحانی اور عصری اقتدار و اختیار کے درمیان کوئی امتیازی حد فاصل نہیں رکھتا اور اس کی اقدار و روایات معاشرہ کے نظم و نسق کی گہرائیوں تک پہنچتی ہیں اس لیے یہ ناگزیر تھا کہ اسلام کا کیمونزم سے نظریاتی تصادم ہوتا۔ زار کے انتظامی حاکموں نے مسلم رسوم و رواج کو قائم رکھا تھا جس میں مسلمانوں کا عدالتی نظام بھی شامل تھا لیکن کیمونسٹ نظریہ ۱۹۱۷ء

راولپنڈی میں ترجمان الحدیث کا تازہ پرچہ ملنے کا پتہ:
پنجاب نیوز ایجنسی چوک راجہ بازار۔ راولپنڈی

میں سوویت انقلاب سے پہلے ہی اسلام سے تصادم کا مرتکب ہو چکا تھا۔ ایک بار اقتدار میں آنے اور روس کے مسلمانوں میں ابن خلدون کے تصورات کا سامنا کرنے کے بعد سوویت حکمرانوں نے اسلام کے مسئلہ پر دو طرفہ حملہ کیا۔ نظریاتی طور پر انہوں نے تمام مذہبی عقائد کو تباہ کرنے کا ارتکاب کیا۔ کیمونسٹ اپنی دباؤ کی پالیسیوں کو تیزی کے ساتھ عملی جامہ نہیں پہنا سکتے تھے کیونکہ مسلم علاقوں میں اس مقصد کے لیے ان کے پاس مناسب قوت و اقتدار نہیں تھے اور وہ سوویت یونین سے باہر کے غلام مسلم عوام کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی بھی جدوجہد کر رہے تھے۔ یہ مؤخر الذکر مقصد لینن کے نظریہ کی بنیاد پر ان کی راستے میں بے حد اہمیت کا حامل تھا۔

کتاب الوسیلۃ

تالیف: امام ابن تیمیہؒ

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی معرکہ آرا تصنیف جس نے لاتعداد بھٹکے ہوئے لوگوں کے لیے راہنمائی اور رہبری کا کام دیا۔ وہ کتاب جس کے اب تک دنیا کی متعدد زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ برصغیر میں جس کی پہلی اشاعت پر غلغلہ مچ گیا اور نام نہاد پیروں اور دین فروشوں کے سنگھاسن ڈولنے لگے۔ حقائق و معارف کا دلچسپ مرقع، نئے پیرہن، نئے اسلوب اور اعلیٰ طباعت و کتابت کے ساتھ۔ سائز ۲۶×۲۰/۸ صفحات ۲۶۰ سفید کاغذ۔ مضبوط جلد۔ خوبصورت گرد پوش۔ قیمت: ۷/۵۰ روپے

جادۂ حق

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی عظیم الشان تصنیف "صراطِ مستقیم" کا رواں دواں اُردو ترجمہ معروف مترجم مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کے قلم سے۔ یہ کتاب مدت سے نایاب تھی۔ اب حسین پیرہن اور عمدہ طباعت کے ساتھ دوبارہ پیش کی جا رہی ہے۔ صفحات ۲۵۰ قیمت: ۳/۷۵ روپے

ادارہ ترجمان السنہ ۷۔ ایبک روڈ انارکلی لاہور